مشاجرات صحابہ کرامؓ کا علمی اور تحقیقی جائزہ

آفتاب احمد*

Abstract

The focus of this study is to highlight the ''Mushajarat,, of the companions of the Holy Prophet (PBUH). Lexical meaning of the ''Mushajarat, is a dense trees in which the branches are mixing and striking with each other. Here it exposes itself in the meaning of fight because the fighter are mixing and striking with one another. The religious scholars did not explain the partiality among the companions of the Holy prophet (PBUH) as fight, but they rather explained it as ''Mushajarat, because the dense tree is the beauty and has attraction for aesthetic watchers. According to ''sharia,, the word ''Mushajarat,, is used for the difference of opinion on religious issues among the companions of the Holy Prophet (PBUH) which is compared with dense tree in which the branches are mixing and striking each other, because the branches of a tree are in different directions which are not objectionable and cannot be termed as a weakness of a tree but rather beautify the tree.

Indeed one can find differences amongst the companions of the Holy prophet (PBUH) but that is explained by the well doctrine Religious Scholars as ''Mushajarat,, which is the beauty of Sharia and Islamic Fiqqah, because there was no hostility or hatred amongst the companion of Holy Prophet (PBUH) when they were explaining Islamic Fiqqah or Sharia.

KEY WORDS: *Differences, Opinions, Religious issues, Sahaba Kiram (R.A.)*

"مشاجرات صحابہ" ترکیب اضافی ہے جس میں لفظ "مشاجرات" مضاف ہے اور لفظ "صحابہ" مضاف الیہ ہے، "مشاجرات" جمع ہے مشاجرۃ کا اور "مشاجرۃ" ماخوذ ہے لفظ شجر سے، شجر باب نصر ینصر سے آتا ہے، شجر شجورا کا معنیٰ ہے

* ڈاکٹر آفتاب احمد، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی، شرینگل، دیر اپر۔

زیر بحث ہونا، مختلف فیہ ہونا۔ (۱)

شجر الامر بینھم، "باہم کسی معاملہ کا متنازعہ ہونا، مختلف فیہ ہونا، کسی بات پر باہم اختلاف ہونا"۔ (۲)

اور لفظ شجر کا عربی میں لغوی معنی ہے درخت ، قرآن مجید میں بھی لفظ مشاجرہ مذکور ہے:

فلا و ربک لا یؤمنون حتی یُحَکِموک فی ما شَجَر بینھمم ثم لایجدوافی انفسھم حرجا مماقضیت ویسلمو تسلیما (۳)

"نہیں ،(اے پیغمبر) تمہارے پروردگار کی قسم ! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تمہیں فیصل نہ بنائیں، پھر تم جو کچھ فیصلہ کرو، اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں، اور اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔"

مجاہدؒ نے کہا: حرجاً سے مراد شک ہے، کیونکہ شک کرنے والا ہمیشہ اپنے معاملے میں تنگی محسوس کرتا ہے۔ (۴)

لفظ شجر کچھ اور معنوں میں بھی آتا ہے، لغت کی ایک بڑی کتاب میں مذکور ہے:

الشجر بمعنی مفرج الفم و مابین اللحین وقال الاصمعی الشجر الذقن (۵)

" شجر سے مراد جو دو جبڑوں کے درمیان ہے۔"

اصمعیؒ کہتے ہیں شجر بمعنی توڑی ہے "اسی طرح حدیث میں بھی لفظ شجر مذکور ہے، سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ :

قالت عائشہ رضی اللہ عنہا توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی بیتی وفی یومی وبین شجری ونحری وصدری وسحری (۶)

" نبی اکرم ﷺ میرے گھر میں وفات پاگئے اور میری باری تھی اور آپ ﷺ کا سر میرے توڑی اور سینے کے درمیان تھا۔"

لغوی اعتبار سے لفظ "مشاجرہ" کا مطلب درختوں کا گھنا ہونا یا درخت کی شاخوں اور ڈالیوں کا ایک دوسرے میں گھس جانا، گتھ جانا اور آپس میں ٹکرانا ہے۔ یہیں سے اس کا اطلاق جھگڑے اور نزاع کے معنی میں ہوا ہے۔ اس لیے کہ لڑنے والے، ایک دوسرے میں گتھ جاتے ہیں۔

علمائے کرام نے صحابہ کرامؓ کے درمیان جو اختلافات پیش آئے اور کھلی جنگوں تک نوبت پہنچ گئی، ان کو جنگ وجدال سے تعبیر نہیں کیا، بلکہ ازروئے ادب مشاجرہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ درخت کا ایک دوسرے میں گھسنا اور ٹکرانا، مجموعی حیثیت سے کوئی عیب نہیں ہے، بلکہ درخت کی زینت اور کمال ہے۔ (۷)

شریعت کی اصطلاح میں "مشاجرۃ" کا مطلب ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اختلاف، نزاع اور آپس میں لڑائی۔ چونکہ درختوں کے شاخوں کا آپس میں اختلاف اور مختلف سمت ہونا کوئی عیب نہیں اور نہ اس پر کوئی اعتراض وارد ہوتا ہے بلکہ درخت کے مناسب لگتا ہے اسی وجہ سے صحابہ کے درمیان نزاع و اختلاف کو بھی علمائے

دین نے بجائے جنگ اور لڑائی کے مشاجرہ کا نام دیا ہے کیونکہ ایک دین / عقیدے کے ساتھ جڑے ہوتے ہوئے ان کا اختلاف مناسب تھا اور کوئی قابل اعتراض نہیں ہے جیسا کہ درخت کی شاخیں، تنے سے جڑے ہوئے ہونے کے باوجود تنے سے مختلف ہوتی ہیں۔

صحابہ کرامؓ میں اختلافات ضرور ہوئے جنھیں آیت فیماشجر بینهم کے عنوان کے مطابق "مشاجرات صحابہ کرامؓ" سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن ان میں شر نہ تھا خواہ وہ اختلافات دینیات سے متعلق تھے جیسے مسائل فقہ اور احکام فرعیہ کا اختلاف یا سیاست سے متعلق تھے جیسے خلافت وامارت اور اس سے متعلقہ امور کا اختلاف، بہر صورت وہ شر سے خالی تھے۔ اور ظاہر ہے کہ نفس اختلاف نہ مذموم ہے نہ کوئی قابل اعتراض چیز ہے۔ تکوین اور تشریع کا کون سا دائرہ ہے، جس میں اختلاف نہیں ہوا، شرائع میں اختلاف رہا ہے، جس کو انبیاؑ علیہم السلام کی طرف منسوب کیا جائے گا، یعنی ان کا اختلاف، اختلاف مزاج اور اختلاف ذوق شرائع کے ذریعے نمایاں ہوا۔ معقولات میں اختلاف رہا ہے، جس کو فلاسفہ کا اختلاف کہا جاتا ہے۔ اجتہادیات میں اختلاف رہا ہے جس کو ائمہ ہدایت کا اختلاف کہا جاتا ہے۔ فتاویٰ میں اختلاف رہا ہے، جس کو مفتیوں کا اختلاف کہا جاتا ہے۔ قوانین میں اختلاف رہا ہے، جس کو حکام وسلاطین کا اختلاف کہا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ مادی یا روحانی، عقلی یا حسی، ذوقی یا وجدانی کون سا فن ہے، جس میں قواعد واصول اور مسائل وفروع کا اختلاف نہیں۔ عرض کوئی فن معقول ہو یا منقول اہل فن کے اختلاف سے خالی نہیں، اس لیے نفس اختلاف کو مذموم نہیں بلکہ انسانی جوہر کہا جائے گا۔ جب کہ خود انسانی طبائع، عقول، فہم، ذوق، وجدان وغیرہ سب ہی میں تفاوت ہے تو یہ سارے اختلافات لازمی ہیں۔ پھر انسانی صورتوں، رنگوں، ڈھانچوں، قد وقامت اور بدن کی ساخت تک میں تفاوت واختلاف موجود ہے تو باطنی قویٰ سے اختلاف کیسے مذموم ہو سکتا ہے؟

انسانی قویٰ وافعال کا تفاوت ختم ہو تو یہ اختلاف ختم ہو، اور یہ خاتمہ ناممکن ہے، تو اختلاف کا مٹ جانا بھی ناممکن ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب اختلاف ظاہر وباطن انسانی فطرت ہے، تو فطری امور کبھی مذموم نہیں ہو سکتے کہ یہ ظہور فطرت ہے۔ اسی کو حدیث نبوی ﷺ میں رحمت فرمایا گیا ہے:

اختلاف امتی رحمة واسعة (۸) "میری امت کا اختلاف وسیع رحمت ہے۔"

البتہ اختلاف کو بے محل یا بدنیتی سے غیر مصرف میں استعمال کرنا یا نفسانی مفادات کا آلہ کار بنانا، اختلاف نہیں، بلاشبہ فتنہ وفساد اور مذموم ہے، جس کو وہی لوگ کر سکتے ہیں، جن کے دلوں میں کھوٹ، نیتوں میں فساد اور ذاتی اعراض ومقاصد کا ہجوم ہو لیکن یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ اس قلبی کھوٹ اور بدنیتی سے مبرا ہیں، اس لیے ان کا اختلافی عمل کسی بھی رنگ کا ہو بلحاظ منشا مذموم نہیں کہلایا جا سکتا، البتہ منشا عمل کی پاکیزگی کے ساتھ اگر صورت عمل غلط ہو جائے تو یہ ممکن ہے، مگر یہ معصیت نہیں خطائے فکری ہے، جس کو خطائے اجتہادی کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ نہ گناہ ہے نہ معصیت، بلکہ اس پر ایک اجر ملتا ہے۔ تو صحابہ کرامؓ سے خطائے اجتہادی کا صدور کوئی امر محال نہیں۔ اس لیے

اس سے انکار نہیں کہا جا سکتا کہ صحابہ کرامؓ میں اختلافات ہوئے۔ لیکن یہ ضرور کہا جائے گا کہ وہ شر سے خالی تھے، جب کہ ان کا منشا پاک تھا۔ کیوں کہ شر کے معنی اعراض دنیویہ کے ہیں، جو نفسانی ہوتی ہیں اور وہ اصولاً دو ہی ہو سکتی ہیں، جو دنیا میں موجب فساد و نزاع بنتی ہیں۔ جب جاہ اور حب مال، یہی دونوں رذائل ساری معصیتوں کا سرچشمہ ہیں اور انھی دو چیزوں کا نام فی الحقیقت دنیا ہے:

جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ میں راس المعصیة فرمایا گیا: حب الدنیا راس کل خطیة [(۹)] "دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہوتی ہے"

سو صحابہ کرامؓ ان دونوں رذائل سے پاک کر دیے گئے تھے۔ ان کا تقوی باطن معیاری اور مثالی ہو چکا تھا، جس کی شہادت حق تعالیٰ شانہ نے دی اور اسی لیے اجماعی طور پر ساری امت نے سارے صحابہ کرامؓ کے متقی اور عادل ہونے پر اتفاق کیا، چنانچہ وہ سلطنتوں کے فاتح بھی ہوئے، تاج و تخت بھی ان کے ہاتھ آئے، لیکن ان کے قلبی زہد میں کوئی فرق نہیں آیا، حتی کہ باہمی اختلاف سے بھی ان کی قناعت و توکل میں کوئی ادنیٰ خلل نہیں ہوا۔ نہ دیانت وامانت میں کمی آئی، کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اگر صفین میں کامیاب ہو گئے تو انھوں نے محلات بنا کر کھڑے کر لیے ہوں، یا سیدنا معاویہؓ اگر شام میں کامیاب ہو گئے تو ان کی انابت الی اللہ اور اطاعت و عبادت میں خلل آ گیا ہو، اس لیے بلاشبہ ان حضرات کا اختلاف شر سے خالی اور محض اجتہادی تھا۔

جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا
خلاف آشتی سے خوش آئند تر تھا

"مشاجرات صحابہ کرامؓ" کے بارے میں یہ رویہ صرف محدثین اور فقہاؒ ہی کا نہیں بلکہ محقق مورخین کا بھی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے جھگڑوں میں شر نہ تھا یعنی یہ عقیدہ ہی نہیں بلکہ تاریخی نظریہ بھی ہے، چنانچہ مشہور محقق علامہ ابن خلدونؒ سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کے باہمی جھگڑے کے بارے میں لکھتے ہیں:

ولما وقعت الفتنة بین علی ومعاویة وھی مقتضی العصبیة کان طریقھم فیھا الحق والاجتھاد ولم یکونوا فی محاربتھم لغرض دنیوی اولایثار باطل اولاستشمعار حقه کما قد یتوھمه متوھم وینزع الیه ملحدوانما اختلف اجتھادھم فی الحق فاقتتلوا علیه وان کان المصیب علیا۔۔۔یکن معاویة قائمافیھمالقصدالباطل انماقصدالحق واخطاوالکل کانوافی مقاصدھم علی حق [(۱۰)]

"جب سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کے درمیان لڑائی ہوئی، جو خاندانی عصبیت کا (قدرتی) تقاضا تھا تو ان (صحابہ کرامؓ) کا طریقہ اس میں حق طلبی اور اجتہاد تھا۔ ان لڑائیوں میں کوئی دنیاوی غرض، باطل پھیلانے کی اشاعت یا کینہ پروری سے نہیں تھی، جیسا کہ بعض وہم پرست لوگ اس قسم کے وہموں میں پڑے ہوئے ہیں، اور بد دین اسے کھینچ تان کر ادھر ہی لاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حق کے بارے میں ان کا اجتہاد

مختلف ہو گیا تو اس پر لڑ پڑے، اگرچہ صواب پر سیدنا علیؓ تھے لیکن سیدنا معاویہؓ کسی برے قصد یا باطل پسندی سے کھڑے نہیں ہوئے تھے، جذبہ ان کا بھی حق طلبی اور حق بہ حق دار رسید کا تھا، لیکن اس میں ان سے خطائے فکری ہوئی، ورنہ (فریقین) کل کے کل اپنے مقاصد میں حق پر تھے۔"

البتہ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان مخلصانہ اختلافات سے ایک گروہ نے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور وہ منافقین اور خود غرضوں کا گروہ تھا۔ موقع پاکر دنیاوی مفاد حاصل کیا اور منافقین نے ان حضرات کو بدنام کرنے لیے واقعات کو جذباتی رنگ دے دیا، اوراہل ہوا و حاسدین نے اس اختلاف کو ہوا دے کر فریقین کے معتقدین اور متوسلین کے جذبات کو ابھارا اور اختلاف رحمانی کو محض اس کی صورت ظاہری سامنے لاکر اختلاف نفسانی دکھلایا، ان کا مقصد اس پاکباز جماعت کو بدنام کرکے اسلام کی توسیع اور وسیع فتوحات کا راستہ روکنا تھا، جو سیلاب کی طرح بڑھتی جارہی تھی۔

بہر حال خود غرض، منافقین اور حاسدین نے ان اختلافات کو بڑے بڑے عنوانات دے کر دنیا کے سامنے لانے کی کوشش کی تاکہ ادھر تو ان کے مقاصد دنیویہ اور اعراض دنیویہ پوری ہوں اور ادھر ان حضرات سے لوگ بدظن ہو کر اسلام سے کترانے لگیں، مگر در حقیقت یہ صحابہ کرامؓ کا مقدس گروہ اپنے ہی مقام پر تھا اور بلاشبہ ان باطنی رذائل سے پاک تھا، جن کی نسبت ان کی طرف کی جارہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عین دوران اختلاف بھی جب فریقین کا کوئی معتقد فریق ثانی کی شان میں کوئی گستاخانہ یا توہین آمیز کلمہ کہہ دیتا تھا تو فریق اول کے بزرگ اسے ڈانٹتے اور اپنے مقابل کے منصوص فضائل شمار کرنا شروع کر دیتے جس سے تاریخ کے اوراق بھرے ہوئے ہیں جس سے واضح ہوا کہ فریقین کے قلوب ایک دوسرے کی ذاتی عظمت سے لبریز تھے۔ اختلاف اصول کی بناپر تھا نہ کہ ذاتیات کی بناپر جذبہ اگر تھا تو اپنی اپنی رائے کے مطابق صرف تحفظ دین اور بقائے اصول دین کا تھا۔ اس میں کسی نفسانی ضد یا عناد یا سخن پروری اور نفس پرستی کا شائبہ تک نہ تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر صحابہ کرامؓ سارے متقی، عادل، ثقہ، زاہد فی الدنیا، آخرت کے خواہاں، ہر سست وگراں چیز پر رضائے الٰہی کو ترجیح دینے والے اور ہر حالت میں اللہ کی خوشنودی کے طالب تھے۔ تو ان میں یہ زبردست اختلافات کیوں پیش آئے۔ جن کے نتیجے میں خوفناک جنگیں اور خون ریز لڑائیاں ہوئیں۔

جواب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے باہمی اختلافات کی پیش گوئی خود نبی کریم ﷺ نے کی ہے، چنانچہ سعید بن المسیبؒ (متوفی ۹۴ھ ۷۱۳ع) نے سیدنا عمر فاروقؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، کہ:

سالت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی، فاوحی الی یامحمد!

"میں نے پرودگار سے، اپنے صحابہ کرامؓ کے اختلاف کے بارے میں دریافت کیا تو میرے پاس وحی آئی۔"

ان اصحابک عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضها اقویٰ من بعض، ولکل نور فمن اخذ بشئی ماھم علیه من اختلافھم، فھو عندی علی ھدی قال: وقال رسول اللہ ﷺ: اصحابی کالنجوم

فبایھم اقتدیتم اھتدیتم (۱۱)

”اے محمد ﷺ! آپ کے صحابہ کرامؓ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں۔ کم وبیش ہر ایک میں روشنی ہے، ان کے آپس کے اختلافات میں جس نے کسی رائے کو لے لیا، وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔“

راوی کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کرامؓ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی پیروی کروگے ہدایت یافتہ بن جاؤ گے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے باہمی اختلافات کو امت مسلمہ کی اگلی نسلوں کے لیے رحمت قرار دیا ہے۔ سیدنا ابن عباسؓ کی روایت میں فرمان نبوی ﷺ ہے:

ان اصحابی بمنزلۃ النجوم فی السمأ فایھا اخذتم بہ اھتدیتم، اختلاف اصحابی لکم رحمۃ (۱۲)

”میرے صحابہ کرامؓ کے قول کو اختیار کرو، میرے صحابہ کرامؓ آسمان میں تاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کو پکڑ لوگے ہدایت مل جائے گی، میرے صحابہ کرامؓ کا اختلاف تمھارے لیے رحمت ہے۔“

مسئلہ ”مشاجرات صحابہ کرامؓ“ پر یہ سطور تحریر کرتے ہوئے دل کانپ رہا ہے اور قلم تھر تھرا رہا ہے، چونکہ پل صراط کی مانند یہ مسئلہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ اگر اس پر خار و پر خطر وادی میں قدم رکھتے ہوئے ایمان ویقین کی طاقتور سواری اور عشق رسالت ﷺ کی بے پناہ قوت سلف صالحین کی دینی فہم و فراست کا غیر متزلزل اعتقاد ساتھ نہ ہو تو اچھا بھلا انسان راہ اعتدال کو چھوڑ کر افراط و تفریط کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور صحابہ کرامؓ کی بدگمانی کے اتنے گہرے گڑھے میں گر پڑتا ہے کہ اس سے نکلنا نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔

چونکہ صحابہ کرامؓ انبیأ علیہم السلام کے بعد اپنے فضائل و کمالات، محاسن و مناقب کے اعتبار سے گلشن انسانیت میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ جنھیں اللہ تعالیٰ نے **رضی اللہ عنھم** کا اعزاز عطا فرمایا۔ رحمت دوعالم ﷺ کی زبان مبارک سے انھیں دنیا ہی میں جنت کی بشارتیں ملیں۔ ان کی بدگوئی و عیب جوئی کی ممانعت کر دی گئی۔ اس لیے اکابر اہلسنت والجماعت (**جزاھم اللہ عنا بالخیرات**) نے زندگی کے ایک موڑ پر ان کے باہم الجھنے اور ٹکرانے کے لیے ایک انوکھا عنوان تجویز کیا جس کا نام ”مشاجرۃ“ تھا، اس کی جمع ”مشاجرات“ آتی ہے۔ اس کا معنی ہے ایک درخت کے شاخوں کا دوسرے درخت کے شاخوں سے ٹکرانا اور باہم الجھنا کسی عداوت کے طور پر نہیں ہوتا بلکہ خارجی محرک وعامل (ہوا کے جھونکوں) کا اثر ہوتا ہے اور جونہی ہوا کے جھونکے ساکن ہوتے ہیں، تمام شاخیں اپنے اپنے مقام و معمول پر آجاتی ہیں۔

اسی طرح تمام صحابہ کرامؓ ایک ہی شجرہ صحابیت کی سرسبز و شاداب شاخیں ہیں۔ کسی موقعے پر ان کا باہمی الجھاؤ اور ٹکراؤ کسی عداوت کا نتیجہ نہیں تھا۔ بلکہ خارجی محرکات وعوامل کا اثر تھا اور تاریخ شاہد ہے کہ فضا سازگار ہوتے ہی اخوت و محبت کا وہی سماں دوبارہ بندھ گیا۔ اگر منصف مزاج طبع اور جویائے حق اس عنوان پر ذرا غور کرے تو حقیقت تک

رسائی آسان ہو جائے۔

ورنہ عقائد و نظریات اور اعمال واخلاق کے اعتبار سے یہ حضرات باہم متحد و متفق ہیں۔ایک ہی نبی سے اکتساب فیض کیا اور سب کے سب ایک ہی کتاب (قرآن حکیم) کے ماننے والے اور ایک ہی دین (اسلام) کے پیروکار تھے۔اس مسئلے کی اساس قطعی طور پر اختلاف مذہب نہیں۔ در حقیقت خلیفہ راشد ثالث سیدنا عثمان ذی النورینؓ کا مدینہ منورہ کی مقدس سر زمین میں ناحق خون اور آپؓ کی دردناک مظلومانہ شہادت مشاجرات کی بنیاد بنی، جس سے باہم غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ مزید بر آں ابن سبا اور اس کے پیروکاروں کی شر پسند کاروائیوں اور منافقانہ سرگرمیوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور اس طرح ہنگامی طور پر ٹھنڈے دل سے پیش آمدہ مسئلہ پر غور فکر کر کے اسے حل کرنے کے مواقع مسدود ہو گئے معاملہ طول پکڑتا گیا اور نوبت جنگ تک پہنچی ضروری حد تک بات کی تہہ تک پہنچنے کے لیے سیدنا عثمان ذی النورینؓ کی شہادت کے حالات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔اسی کے پس منظر میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی دم عثمانؓ سے براءت اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ کا طرز عمل سمجھ میں آسکتا ہے۔[۱۳]

فضائل صحابہ کے بارے میں قرآنی نصوص

صحابہ کرام کے بارے میں قران کریم میں اللہ تعالیٰ نے بہت احسن طریقے سے محاسن بیان کیے اور ان کے کارناموں کو سراہا ہے۔ہم اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف بعض آیات کو بطور نمونہ پیش کرتے ہیں:

(الف) اولائک هم المؤمنون حقا لهم درجٰت عند ربهم و مغفرة ورزق كريم [۱۴]

"یہی لوگ جو حقیقت میں مومن ہیں،ان کے لیے ان کے رب کے پاس بڑے درجے ہیں،مغفرت ہے،اور باعزت رزق ہے۔"

(ب) واعلموا ان فيكم رسول الله لو يطيعكم فى كثيرمن الامر لعنتم ولكن الله حبب اليكم الايمان وزينه فى قلوبكم وكره اليكم الكفر والفسوق والعصيان اولائک هم الراشدون [۱۵]

"اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ تمھارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں۔بہت سی باتیں ہیں جن میں وہ اگر تمھاری بات مان لیں تو خود تم مشکل میں پڑ جاؤ۔لیکن اللہ نے تمھارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے،اور اسے تمھارے دلوں میں پرکشش بنادیا ہے،اور تمھارے اندر کفر کی،گناہوں اور نافرمانی کی نفرت بٹھادی ہے۔ایسے ہی لوگ ہیں جو ٹھیک ٹھیک راستے پر آچکے ہیں۔"

(ج) انماالمؤمنون الذين اٰمنوا بالله ورسوله ثم لم يرتابوا وجٰهدوا باموالهم وانفسهم فى سبيل الله اولائک هم الصادقون [۱۶]

"ایمان لانے والے تو وہ ہیں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو دل سے مانا ہے،پھر کسی شک میں نہ

پڑے، اور جنھوں نے اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا ہے۔ وہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔"

(و) ان الذین اٰمنوا و عملوا الصلحٰت لا اولائک ھم خیر البریہ (١٧)

"جو لوگ ایمان لائے ہیں، انھوں نے نیک عمل کیے ہیں، وہ بے شک ساری مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔"

(ر) جزآؤھم عند ربھم جنّٰت عدن تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ابداط رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ ط ذالک لمن خشی ربہ (١٨)

ان کے پروردگار کے پاس انعام وہ سدا بہار جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ وہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے خوش ہوگا، اور وہ اس سے خوش ہوں گے۔ یہ سب اس کے لیے ہے جو اپنے پروردگار کا خوف دل میں رکھتا ہو"۔

(ز) محمد رّسول اللہ والذین معہ اشداءعلی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعاًسجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذالک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطئہ فاٰزرہ فاستغلظ فاستوٰی علی سوقہ یعجب الزراع لیعیظ بھم الکفار وعداللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصلٰحت منھم مغفرۃ واجرا عظیما۔(١٩)

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں، (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دل ہیں۔ تم انھیں دیکھوگے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں، (غرض) اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی علامتیں سجدے کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ہیں ان کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں۔ اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوگئی، پھر اپنے تنے پر اس طرح سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کاشتکار اس سے خوش ہوتے ہیں، تاکہ اللہ ان (کی اس ترقی) سے کافروں کا دل جلائے۔ یہ لوگ جو ایمان ہیں، اور انھوں نے نیک عمل کیے ہیں، اللہ نے ان سے مغفرت اور زبردست اور زبردست ثواب کا وعدہ کر لیا ہے"۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات سے بڑھ کر سچا اور کون ہے اور اس کی نازل کردہ کتاب قران مجید میں تغیر و تبدیل کا امکان ہی نہیں بلکہ وہ اس کی حفاظت آپ ہی کرتا ہے لہٰذا اس کتاب کے مقابلے میں خواہ انسانی کتابیں تاریخی ہو یا دوسری جب وہ کہ قرآن کا معارض اور مخالف ہو تو اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہتی چہ جائے کہ ان کو قابل اعتماد سمجھ کر اس پر کسی عقیدے کی بنیاد رکھی جائے۔

فضائل صحابہ کے بارے میں احادیث نبویہ

امام ترمذیؒ نے ایک ایک صحابی کے مناقب و فضائل ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے:

باب فی فضل من رای النبیﷺ و صحبہ [۲۰]

"باب ہے اس فضیلت کے بارے میں جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور اس کی صحبت اختیار کیا"۔

جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے: **لاتمس النار مسلما رانی اور ای من رانی** [۲۱]

"اس مسلمان کو آگ نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا ان کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔"

عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بن مسعود رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَجِيءُ أَقْوَامٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ، وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ [۲۲]

"سب سے بہتر لوگ میرے دور کے ہیں، پھر وہ جو میرے دور کے لوگوں کے بعد آئیں گے، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے۔"

یہ حدیث صحاح ستہ کی دیگر کتب یعنی بخاری اور مسلم میں بھی ہے۔ یہ چند احادیث بطور مشتے از نمونہ از خروارے پیش کیں۔

آپ ﷺ کا صحابی کی صفائی ہونے پر خوش ہو جانا

آپ ﷺ اپنے صحابی کی صفائی و تعدیل بیان کرنے پر بہت خوش ہو جاتے تھے، اور ان کی مذمت بیان کرنے والوں پر غصہ اور ناراض ہو جاتے تھے۔ مثلاً: جاہلیت کے زمانے میں لوگ حضرت اسامہ بن زید کے نسب پر جرح و قدح کرتے تھے کیونکہ ان کا رنگ کالا تھا اور ان کے والد کا رنگ سفید تھا، تو مجرز قائف نے بتایا کہ: **هذه الاقدام بعضها من بعض** "تو آپ ﷺ نے ان کو طعن دینے پر جھڑک دیا کیونکہ وہ لوگ علم القیافہ پر عقیدہ رکھتے تھے۔" [۲۳]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ اپنے صحابی کی صفائی پر اتنے خوش ہوئے کہ:

ان النبی دخل علیها مسرورا تبرق اساریر وجهه فقال الم تری ان مجرزا نظر آنفا الی زید بن حارثة و اسامة بن زید فقال هذه الاقدام بعضها من بعض [۲۴]

"نبی کریم ﷺ خوشی خوشی ان کے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ کے چہرے کے خطوط چمک رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: 'تم نے دیکھا نہیں، ابھی ابھی مجزر نے زید بن حارثہؓ اور اسامہ بن زیدؓ کو دیکھ کر کہا ہے کہ یہ قدم (یعنی ان کا رشتہ) ایک دوسرے سے ہیں۔"

اسی طرح جب حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو اپنے اقرار جرم پر سزا دی گئی تو بعض صحابہ اجمعین نے جب اس کا تذکرہ برے الفاظ میں کیا کہ: **رُجِم رُجِم الکلب** جب آپ ﷺ نے یہ سنا تو ناراض ہو کر زجراً فرمایا: **این فلاں و فلاں انزلا و کلامن جیفته هذا الحمار**

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ماعز نے ایسی توبہ کی تھی کہ اگر اس کا بدلہ سارے مدینے پر تقسیم کیا جاتا تو ہر ایک کا حصہ ہوتا۔ (۲۵)

توہین صحابہؓ قابل تعزیر جرم

صحابہ کرامؓ کو گالی دینے اور ان کی توہین کرنے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے:

عن ابی سیعد الخدری قال رسول اللہ ﷺ لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھباً ما بلغ مد احدھم و لا نصیفہ (۲۶)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو اس لیے کہ اگر تم میں سے ایک شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ صحابہ کے ایک مد (۶۸ تولہ ۳ ماشہ) بلکہ اس کے نصف تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

اس حدیث میں صحابہ کرامؓ کی شان میں بدزبانی اور ان کو گالی دینے سے منع کیا گیا ہے اور قانون یہ ہے کہ جس کام سے منع کیا گیا ہو وہ گناہ ہوتا ہے اور ہر گناہ پر تعزیر دی جاتی ہے اگرچہ اس کی سزا مقرر نہ ہو چونکہ صحابی کو گالی دینا ایک سنگین جرم ہے تو صحابہ کرامؓ کی توہین اور گالی دینے والوں کی سزا عدالت کی صوابدید پر منحصر ہے کہ عبرت ناک سزا دی جائے، جیسا کہ امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ گستاخ صحابی کو بعض مالکی علماء کے نزدیک قتل کیا جائے گا۔ اسی طرح متعدد ائمہ کے اقوال نقل کیے ہیں کہ صحابہ کی توہین کرنے والے کو کوڑوں کی سزا دی جائے گی اور اگر پھر بھی باز نہ آئے تو اسے قید کر دیا جائے گا یہاں تک کہ توبہ کر لے یا مر جائے۔ لہٰذا اصحابہ کرامؓ کی توہین پر مشتمل کتب مضامین اور تحریرات کو شائع کرنا اور نشر کرنا بھی قابل تعزیر جرم قرار دینا چاہئے اور ان لوگوں کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے اس کی بجائے صحابہ کی فضیلت و شان و عظمت کو ترجیح دی جائے اور شاتم صحابی کے لیے سزا مقرر کی جائے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے روایت نقل کی ہے:

ما رایت عمر بن عبدالعزیز ضرب انسانا قط الا رجلا شتم معاویہ فضربہ اسواطا (۲۷)

"میں نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو نہیں دیکھا ہے کہ کسی کو مارا ہو سوائے اس شخص کے جس نے سیدنا معاویہؓ کو برا بھلا کہا تھا پس اس کو کوڑے مارے تھے۔"

کیا صحابہ کرامؓ کے درمیان مشاجرہ واقع ہوا ہے؟

یہاں یہ ایک امر بدیہی ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ کے درمیان "مشاجرہ" رونما ہوا ہے، بالخصوص سیدنا علی کرم اللہ وجہہ، سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے درمیان جس کے نتیجے میں جنگ جمل اور جنگ صفین واقع ہوئیں، لیکن ان کی یہ لڑائی خلافت حاصل کرنے کے لیے نہیں تھی یعنی وجہ نزاع خلافت نہیں تھی بلکہ قصاص کی معاملے پر لڑائی لڑی گئی۔ جیسا کہ سیدنا معاویہؓ کا قول ابن ابی شیبہؒ کی سند سے نقل کیا گیا ہے: **ما قاتلت علیاً الا فی امر عثمان**

"میں نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ جنگ نہیں لڑی تھی مگر سیدنا عثمانؓ کے قصاص کے معاملے پر لڑی تھی۔ "

صحابہ یا تابعین کے درمیان جو تنازع واقع ہوا ہے اس میں سبائی کا ہاتھ ہے یعنی عبداللہ بن سبا یہودی یمنی اور اس کی سبائی پارٹی کی کارستانیاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کتب حدیث و تاریخ میں صراحت ہے کہ قتل عثمان میں کوئی صحابی شریک نہ تھا۔ (۲۸)

سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ، سیدہ عائشہ صدیقہؓ ارشادات نبوی ﷺ کی روشنی میں

جیسا کہ پہلے ہم نے واضح کر دیا ہے کہ ہم اپنا دعوی قرآن و سنت کے روشنی میں ثابت کریں گے ،تو پہلے ہم نے صحابہ کے فضائل کے بارے میں عام قرانی نصوص اور احادیث نبویہ ذکر کیں ،اب ہم بعض وہ احادیث بیان کریں گے جس میں مندرجہ بالا صحابہ کرامؓ یا تابعی کی منقبت کا ذکر ہوا ہو تا کہ ان پر طعن کرنے والا سوچے کہ آیا ان نصوص کے موجودگی میں ان کو قابل اعتراض ٹھہرایا جاسکتا ہے؟اور کیا تاریخی واقعات اور باتوں سے نصوص کو ترک کیا جاسکتا ہے؟شاید یہ لوگ انصاف کے ترازو میں اپنے آپ کو تولیں کہ کہیں اپنے اسلاف پر فتوے لگانے کے بجائے الٹا ان پر نہ لگ جائے۔

سیدنا معاویہؓ کے بارے میں آپ ؐ کا ارشاد ہے: **اللھم اجعلہ ھادیہ مھدیا و اھد بہ** (۲۹) "اے اللہ ان کو ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا۔"

تو کیا ہادی پر کوئی اعتراض واقع ہو تا ہے ۔**انّ فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید** (۳۰)

"بے شک اس میں اس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جس کے پاس (فہیم) دل ہو یا وہ متوجہ ہو کر (بات کی طرف) کان ہی لگا دیتا ہو۔"

حضرت عائشہؓ کے بارے میں آپؐ کا ارشاد ہے: **یا اُم سلمۃ لا تؤذینی فی عائشہ فانھا انزل علی الوحی و انا فی لحاف امر آۃ منکن غیرھا** (۳۱)

"اے ام سلمہؓ! عائشہؓ کے بارے میں مجھ کو نہ ستاؤ۔ اللہ کی قسم! تم میں سے کسی بیوی کے لحاف میں (جو میں اوڑھتا ہوں سوتے وقت) مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی ہاں (عائشہؓ کا مقام یہ ہے) ان کے لحاف میں وحی نازل ہوتی ہے۔"

اس طرح فتح قسطنطنیہ کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **اوّلُ جیشٍ من اُمّتی یعزون مدینہ قیصر مغفورٌ لھم** ۳۲ (۳۲) "میری امت کا وہ پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا مغفرت سے نوازا جائے گا۔"

اصل وجہ یہ ہے کہ ہم اصول دین قرآن و سنت کو چھوڑ کر تاریخ کے پیچھے پڑ گئے ہیں، اور تاریخی واقعات کو اپنا مستدل ٹھہرایا ہے۔ اور اسی طرح فضلوا و اضلوا کا مصداق بن چکے ہیں ورنہ اگر ہم قران و سنت کی طرف رجوع کرتے تو

ہمارے لیے صحابہ کے مناقب میں سینکڑوں دلائل مل جاتے ہیں۔

علم تاریخ اور علم حدیث کے درمیان فرق

نمبر شمار	علم حدیث	علم تاریخ
ا۔	علم حدیث منسوب ہے نبی ﷺ کی طرف۔	علم تاریخ منسوب نہیں کسی نبی یا صحابی کی طرف۔
۲۔	علم حدیث اصول شرع میں سے ایک اصل ہے جس پر عمل کرنا واجب ہے۔	علم تاریخ اصول شرع میں سے نہیں ہے۔
۳۔	علم حدیث و تاریخ کا باہمی تعارض آجائے تو علم حدیث میں ثابت شدہ بات کو لیں گے۔	تاریخ سے ثابت شدہ بات کو رد کریں گے۔
۴۔	علم حدیث کے مؤلفین مسلم علماء، صلحاء قران وحدیث کے ماہر تھے۔	جبکہ علم تاریخ کے اکثر مؤلفین یہود و نصاریٰ مجوس و دیگر غیر مسلموں کا گروہ ہے جن کا نہ قران و سنت سے تعلق نہ تاریخ وجغرافیہ سے۔

درجہ بالا فرق کی بنیاد پر ہم یہ بات واضح طور پر کہہ سکتے ہیں، کہ جو لوگ مشاجرات صحابہ کو بنیاد بنا کر کسی صحابی کی تنقیص کرتے ہیں وہ تاریخ کو مآخذ اصلیہ بناتے ہیں حالانکہ تاریخ اصول شرع میں سے نہیں ہے بلکہ تاریخ جب نصوص قران وحدیث کے مخالف / متعارض ہو تو اس کو رد کیا جاتا ہے کیونکہ تاریخی روایات زیادہ سے زیادہ ظنی ہوتی ہیں اور قران وسنت یقینی ہے، تو یقین کے مقابلے میں ظن کوئی حیثیت نہیں ہوتی: انَّ الظنَ لا یُغنیِ مِن الحقِ شیا۔

اب ہم مختصراً بعض قابل توجہ اشکالات اور اس کے جوابات کا ذکر کریں گے تاکہ ذہنوں کو شکوک وشبہات سے پاک کیا جائے۔

سوال ا: سیدنا عمارؓ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: تقتله (عماراً) الفئته الباغيه؟ " (عمار کو) ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔"

اور یہ بات ثابت ہے کہ جنگ صفین میں سیدنا عمارؓ سیدنا علیؓ کے ساتھ تھے اور سیدنا معاویہؓ کی فوجوں کے خلاف لڑ رہے تھے کہ ان میں سے کسی کے ہاتھ سے شہید ہو گئے تھے۔

الجواب: اس سوال کے کئی طرح سے جوابات دیے گئے ہیں۔

(الف) سیدنا عمارؓ کے قاتل صحابی نہیں تھے بلکہ سبائی باغی تھے کیونکہ نحوی اصول کے مطابق الباغیہ یہ الفئتہ کی صفت

ہے۔ پھر صفت موصوف تقتل کا فاعل ہے، فاعل کا وجود فعل سے پہلے ہونا ضروری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ گروہ پہلے ہی سے باغی ہے نہ کہ حضرت عمار کے قتل کے بعد۔ اور اس گروہ کی پہلی بغاوت امام برحق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ہوئی۔

(ب) دوسری توجیہ یہ ہے کہ باغیہ یہ بغاوت سے نہیں بلکہ اس کا مصدر بغیہ ہے جس کا معنی ہے طلب کرنے والا، یعنی سیدنا عثمانؓ کے خون کا طلب کرنے والا۔

(ج) اگر بغاوت سے بھی ہو تو یہ بغاوت اجتہادی تھی یعنی تنازع خلافت کا نہیں تھا بلکہ قصاص سیدنا عثمانؓ کا تھا جیسا کہ سیدنا معاویہؓ نے اقرار کیا تھا کہ "میں نے سیدنا علیؓ کے ساتھ لڑائی صرف سیدنا عثمانؓ کے معاملے میں تھی"۔ (۳۳)

سوال ۲: **اذا رایتم معاویہ علیٰ منبری فاقتلوہ** "جب تم منبر پر معاویہ کو دیکھو تو قتل کر دو۔"

جواب: یہ من گھڑت روایت ہے۔ (۳۴)

سوال ۳: بعض کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سیدنا معاویہؓ کو فرمایا کہ تمھاری جسم سے مجھے بدبو آتی ہے تمہاری اولاد ہماری اولاد کے ساتھ ظلم کرے گی۔

جواب: مذکورہ بالا روایت بلکہ سیدنا معاویہؓ اور اس کے بیٹے یزید کے ذم کے بارے میں روایات کے متعلق ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے: **و من ذالک الاحادیث فی ذم معاویہ، ذم عمرو بن العاص، و ذم بنی الامیہ کلھم موضوع** (۳۵)

"اسی طرح کی احادیث معاویہؓ کی مذمت میں، عمرو بن العاصؓ کی مذمت میں اور بنی امیہ کی مذمت میں ہیں سب کے سب من گھڑت ہیں۔"

سوال ۴: سیدنا معاویہؓ کے نام پر اعتراض کہ معاویہ کے معنی ہے بھونکنا؟

جواب: معاویہ باب مفاعلہ سے اسم فاعل ہے جس کے آخر میں "ۃ" مبالغہ کے لیے بڑھائی گی ہے مثل العلامہ، مادہ اس کا عوی (ع وی لفیف مقرون ہے) جب مجرد ہو عوی یعوی عین بمعنی بھونکنا ہے اور جب ثلاثی مزید باب مفاعلہ میں استعمال ہوا تو متعدی ہو گیا بمعنی بھونکانا یعنی کتوں کو بھونکانا (۳۶)

سوال ۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس میدان میں کیوں کود پڑیں۔

جواب: جب بیٹوں کے درمیاں نزاع ہو تو ماں صلح کے لیے درمیان میں آجاتی ہے یہ تو کوئی اعتراض کی بات ہی نہیں۔

اہل السنت والجماعت کا صحابہ کے بارے میں عقیدہ

امام طحاوی متوفی ۳۳۱ھ نے اس بارے میں اہل سنت والجماعت کا جو عقیدہ بیان کیا ہے وہ اجماعی عقیدے کا ترجمان ہے اور جامع بیان ہے:

ونحب اصحاب رسول اللہ ولا نفرط فی حب احد منھم ولا نتبرا من احدمنھم ونبغض من یغبضھم ولا نذکرھم الا بخیر وحبھم دیناً وایماناً وبغضھم کفرا ونفاقا وطغیاناً (۳۷)

''ہم اصحاب رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں مگر ان کی محبت میں حد سے تجاوز نہیں کرتے، ہم اصحاب رسول میں سے کسی سے بھی برات نہیں کرتے، ہم ان لوگوں سے بغض رکھتے ہیں جو صحابہ سے بغض رکھتے ہیں، ہم صحابہ کا ذکر خیر اور بھلائی کے ساتھ کرتے ہیں اور ہم صحابہ سے محبت دین وایمان سمجھتے ہیں اور ان سے بغض رکھنا کفر، نفاق اور سرکشی سمجھتے ہیں۔''

صحابہ کرامؓ پر اعتراضات کے جوابات کا خلاصہ

اس مختصر تحریر کے بعد ہم صحابہ کے بارے میں بطور خلاصہ یہ ذکر کرتے ہیں کہ جو لوگ صحابہ پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی صحابی کے بارے میں کوئی طعنہ زنی ہو تو وہ صحابی نہیں ہوگا اگر صحابی ہو تو سند طعن خطا ہوگی اور اگر سند طعن درست ہو تو غلطی اجتہادی ہوگی اور اگر غلطی قصداً ہو تو اس نے توبہ کی ہوگی اگر توبہ بھی نہ کی ہوگی تو: **ان الحسنات یذھبن السیات** (۳۸) ''بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔''

صحابہ کرامؓ کے بارے میں زیادہ تر شکوک وشبہات کتب تاریخ کو ماخذ بنانے کی وجہ سے ہوتے ہیں، تاریخ کے بارے میں ہم نے پہلے مختصراً گفتگو کی ہے، اب خلاصہ دوبارہ بیان کرتے ہیں کہ ہم قرآن وسنت کے تابع ہیں، تاریخ کوئی حجت نہیں۔ جیسا کہ مفتی محمد شفیعؒ اپنی مشہور کتاب "شہید کربلا" کے حاشیے میں لکھتے ہیں: "لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تاریخ کی مستند روایات بھی تاریخ ہی کی حیثیت رکھتی ہیں" مستند تاریخ کا بھی وہ درجہ نہیں جو مستند ومعتبر احادیث کا ہے کہ ان پر احکام، عقائد وحلال وحرام کی بنیاد ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ جیسے نقاد حدیث کی تاریخ کبیر وصغیر کا وہ درجہ نہیں جو صحیح بخاری کا ہے۔ (۳۹)

علامہ عنایت اللہ شاہ بخاریؒ فرماتے ہیں کہ: "صحابہ کے بارے میں گندگی کی مکھی بن کر تاریخ میں نہیں دیکھنا، نبی کے صحابی کے بارے میں شہد کی مکھی بن کر قرآن کے اوراق میں دیکھو۔" (۴۰)

حوالہ جات

۱۔ معلوف، ہم لوئس، المنجد، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۹۴ء، ص ۵۱۲

۲۔ قاسمی، وحید الزمان، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، کراچی، ۲۰۰۱ء، ص ۸۴۲

۳۔ النسا: ۶۵

۴۔ پانی پتیؒ، ثناءاللہ، قاضی، تفسیر مظہری، دارالاشاعت، کراچی، ۱۴۱۱ھ، ج ۳، ص ۱۶۰

۵۔ القاموس الوحید، ص ۸۶۵

۶۔ حمیدی، نشوان بن سعید، الکلام العرب، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۹ء، ج ۵، ص ۳۲۱

۷۔ امینی، خلیل، نور عالم، صحابہ رسول ﷺ اسلام کی نظر میں، ادارہ علم وادب، انڈیا، ۲۰۰۲ء، ص ۲۱۵

۸۔ سیوطیؒ، جلال الدین، جامع الأحادیث، دارالجلیل، بیروت، ۱۹۹۵ء، ج ۱، ص ۱۲۴

۹۔ مسلمؒ، امام، صحیح مسلم، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن، ج ۲، ص ۱۸۶

۱۰۔ ابن خلدونؒ، علامہ، مقدمہ ابن خلدون، دارالجلیل، بیروت، ۲۰۰۰ء، ص ۲۵

۱۱۔ دہلوی، قطب الدین، نواب، مظاہر حق جدید، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۵ء، ج ۵، ص ۳۸

۱۲۔ صحابہ رسول ﷺ اسلام کی نظر میں، ص ۲۲۷

۱۳۔ خطیب بغدادیؒ، الکتاب فی معرفۃ علم الروایۃ، مکتبہ اسلامیہ، حیدر آباد انڈیا، ۱۳۵۷ھ، ص ۴۶

۱۴۔ الانفال: ۴

۱۵۔ الحجرات: ۷

۱۶۔ الحجرات: ۱۵

۱۷۔ البینۃ: ۷

۱۸۔ البینۃ: ۸

۱۹۔ الفتح: ۲۹

۲۰۔ ترمذیؒ، ابو عیسیٰ، سنن ترمذی، قدیمی کتب خانہ، اردو بازار، کراچی، س ن، ج ۲، ص ۲۱۱

۲۱۔ مظاہر حق، ج ۵، ص ۴۸

۲۲۔ بخاریؒ، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، ایچ ایم سعید کتب خانہ، کراچی، ج ۲، ص ۲۴۳

۲۳۔ صحابہ رسول ﷺ اسلام کی نظر میں، ص ۲۳۴

۲۴۔ عسقلانی، ابن حجر، دارالفکر، بیروت، ۲۰۰۳ء، ج ۸، ص ۱۲۹

۲۵۔ ایضاً، ج ۸، ص ۱۳۲

۲۶۔ نوویؒ، امام، شرح مسلم، دار لکتاب، بیروت، ۲۰۰۶ء، ص ۵۴۳

۲۷۔ ابن تیمیہؒ، علامہ، صارم المسلول علی من شاتم الرسول، دار لجلیل، بیروت، ۲۰۰۲ء، ص ۵۷۴

۲۸۔ شرح مسلم، ج۲، ص۲۷۲
۲۹۔ سنن ترمذی، ج۲، ص۲۱۱
۳۰۔ ق:۳۷
۳۱۔ سنن ترمذی، ج۲، ص۲۲۷
۳۲۔ صحیح بخاری، ص۴۱۰
۳۳۔ ابن شیبہؒ، المصنف لابن شیبہ، دارالقرآن، لسبیلہ گارڈن، کراچی، ۲۰۰۵ء، ج۱، ص۵۲
۳۴۔ ابن تیمیہؒ، علامہ، منہاج السنۃ، دارالسلام، ریاض، ص۲۰۱
۳۵۔ قاریؒ، ملا علی، الموضوعات الکبیر، دارالمعارف، بیروت، ۱۹۸۸ء، ص۱۰۶
۳۶۔ المنجد، ص۵۳۹
۳۷۔ طحاویؒ، امام، العقیدہ الطحاویہ، مکتبہ ستاریہ، گلشن اقبال، کراچی، ۲۰۰۴ء، ص۱۳
۳۸۔ ھود:۱۱۴
۳۹۔ شفیع، مفتی محمد، شہید کربلا، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص۱۰
۴۰۔ صحابہ رسول ﷺ اسلام کی نظر میں، ص۲۴۵